WWW.PILDAT.ORG

ڈسکشن پیپر

پاکستان میں اعلیٰ دفاعی نظام کی تشکیلِ نو

سول ملٹری تعلقات | اگست 2013

پلڈاٹ
پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمینٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

WWW.PILDAT.ORG

ڈسکشن پیپر

پاکستان میں اعلیٰ دفاعی نظام کی تشکیلِ نو

سول ملٹری تعلقات | اگست 2013

پلڈاٹ
پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

پلڈاٹ ایک ملکی، خودمختار، غیر جانبدار اور بلامنافع بنیادوں پر کام کرنے والا تحقیقی اور تربیتی ادارہ ہے جس کا مقصد پاکستان میں جمہوریت اور جمہوری اداروں کا استحکام ہے۔

پلڈاٹ، پاکستان کے ایکٹ برائے اندراجِ تنظیم 1860 کے تحت، ایک بلامنافع کام کرنے والے ادارے کے طور پر اندراج شدہ ہے۔

کاپی رائٹ پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپرنسی ۔پلڈاٹ

جملہ حقوق محفوظ ہیں

پاکستان میں طباعت کردہ

اشاعت: اگست 2013

آئی ایس بی این 978-969-558-358-6

اس اشاعت کا کوئی بھی حصہ، پلڈاٹ کے واضح حوالے کے ساتھ، استعمال کیا جا سکتا ہے۔

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ اینڈ ٹرانسپرنسی ۔پلڈاٹ

اسلام آباد آفس: نمبر 7، 9th ایونیو، F-8/1 اسلام آباد، پاکستان

لاہور آفس: 45-A، سیکٹر XX، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، لاہور، پاکستان

ٹیلیفون: 345-123-111 (51-92+) فیکس: 3078-226 (51-92+)

E-mail: Info@pildat.org; Web: www.pildat.org

مندرجات

پیش لفظ

مصنف کے بارے میں

خلاصہ

ابتدائیہ 09

پاکستان میں اعلیٰ دفاعی نظام کا ارتقاء 09

دورحاضر کی جمہوری ریاستوں میں اعلیٰ دفاعی نظام کے ماڈل 10

امریکا کی اعلیٰ دفاعی نظام 11

برطانیہ کی اعلیٰ دفاعی نظام 13

بھارت کی اعلیٰ دفاعی نظام 15

دوسرے ممالک میں سول ملٹری تعقات کے تجربات اوراثرات 17

پاکستان کی اعلیٰ دفاعی نظام کا جائزہ 19

سفارشات 22

اختتامیہ 24

پیش لفظ

پاکستان میں 1976 میں اعلیٰ دفاعی نظام کے ڈھانچے میں تبدیلی لائی گئی۔ اس کے بعد سے اب تک اس پر نظرثانی نہیں کی گئی۔ ماہرین کا ماننا ہے کہ موجودہ اعلیٰ دفاعی نظام کے ڈھانچے کے فوری جائزے اور نظرثانی کی ضرورت ہے۔ ایبٹ آباد آپریشن، پی این ایس مہران اور سلالہ چیک پوسٹ پر حملوں جیسے واقعات کے بعد اس کی ضروریات اور زیادہ محسوس کی گئی ہے۔ ہمارے پڑوسی بھارت کے کارگل جنگ کے فوری بعد اس ڈھانچے کی تنظیم نو اور نظرثانی کی اور سٹریٹیجک ضروریات کے مطابق اعلی دفاعی نظام کو ڈھالنے کے لیے قومی ٹاسک فورس قائم کی۔

یہ پیپر "پاکستان میں اعلیٰ دفاعی نظام کی تشکیل نو" سابق چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی پاکستان جنرل (ر) احسان الحق نے پلڈاٹ کے لیے تحریر کیا۔

جنرل (ر) احسان الحق نے پاکستان کی اعلیٰ دفاعی نظام کا دنیا کے دوسرے ممالک کے تقابل میں جائزہ لیا اور موجودہ ڈھانچے میں تبدیلیاں تجویز کیں۔

اس پیپر کا مقصد اس موضوع پر پالیسی سازی کے لیے حقائق پر مبنی مباحثے کا آغاز کرنا ہے۔ یہ پیپر پلڈاٹ کے پاکستان میں جمہوری سول ملٹری تعلقات کے لیے ہونے والے کام کا حصہ ہے۔

اظہار تشکر

یہ پیپر پلڈاٹ کے پراجیکٹ ڈائیلاگ آن سول ملٹری ریلیشن کے تحت برٹش ہائی کمیشن اسلام آباد کے تعاون سے تیار کیا گیا

اسلام آباد
اگست 2013

مصنف کے بارے میں

سابق چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی

جنرل احسان الحق 22 ستمبر 1949 کو مردان میں پیدا ہوئے۔ وہ 8 اکتوبر 2007 کو پاکستان آرمی سے بطور چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کے حیثیت سے ریٹائر ہوئے۔

جنرل احسان الحق نے پی اے ایف سکول سرگودھا سے 1967 میں گریجویشن کی اور اکتوبر 1969 میں انہوں نے آرمی ائر ڈیفنس میں کمیشن حاصل کیا۔ فوج میں جنرل احسان الحق نے کئی انفنٹری اور ائر ڈیفنس ڈویژنز میں خدمات سرانجام دیں۔ انہیں جون 1992 میں بریگیڈئر اور جون 1996 میں میجر جنرل کے عہدے پر ترقی ملی۔ 1999 میں منتخب وزیر اعظم نواز شریف کو ہٹا کر آرمی کے اقتدار میں آنے کے موقع پر میجر جنرل احسان الحق ڈائریکٹر جنرل ملٹری انٹیلی جنس تھے۔

14 مئی 2001 کو انہیں میجر جنرل سے ترقی دے کر لیفٹیننٹ جنرل بنایا گیا اور اکتوبر 2001 میں وہ ڈائریکٹر جنرل آئی ایس آئی تعینات ہوئے۔ بطور ڈی جی آئی ایس آئی تین سالہ مدت پوری کرنے کے بعد اکتوبر 2004 میں انہیں فور سٹار جنرل بنایا گیا اور انہوں نے چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کا عہدہ سنبھالا۔ جنرل احسان الحق 18 دسمبر 2004 کو آرمی ائر ڈیفنس کے پہلے کرنل انچیف نامزد ہوئے۔ کرنل انچیف عمومی طور پر فور سٹار جنرل ہوتا ہے اور وہ اپنی یونٹ کا رسمی سربراہ ہوتا ہے۔ جنرل احسان الحق کو فوج میں ان کی خدمات کے اعتراف میں ہلال امتیاز سے نوازا گیا۔ وہ 8 اکتوبر 2007 کو ریٹائر ہوئے۔

انہوں نے مارچ 2012 میں پلڈاٹ کے ڈائیلاگ گروپ آن سول ملٹری ریلیشن میں شمولیت اختیار کی۔

ابتدائیہ

قومی دفاع معاشرے کے تمام شعبوں کی مشترکہ ذمہ داری ہے۔ اگرچہ مسلح افواج کسی بھی قوم کے دفاع میں پیش پیش میں ہوتی ہیں لیکن جنگ صرف فوج تک محدود نہیں ہوتی بلکہ اس کا انحصار کسی قوم کی مجموعی صلاحیت پر ہوتا ہے۔ کسی ملک کا اعلیٰ دفاعی نظام قومی وسائل کے بھرپور استعمال اور عوام، حکومت اور مسلح افواج کے درمیان صحیح روابط کو یقینی بناتا ہے۔ یہ سیاسی، سول اور فوج عناصر کے درمیان ہم آہنگی کے ذریعے ہی حاصل کیا جاسکتا ہے۔

پاکستان کو اپنے قیام سے ہی غیر متنازعہ رہنما کو جلدی کھونے سمیت مشکل چیلنجوں کو سامنا رہا۔ جس سے قومی سلامتی سمیت اہم نوعیت کے اداروں کی تشکیل اور ارتقاء متاثر ہوئی حالانکہ اس کے وجود کو شروع سے ہی سرحد پار سے خطرات درپیش تھے۔ اس کی وجہ سے ہم پارلیمانی نگرانی اور سویلین بالادستی کے تسلیم شدہ معیار سے ہٹ گئے اور ایک متروک فریم ورک قائم ہوا۔ قومی سلامتی پالیسیوں کی تشکیل اور دفاعی امور پر فوج کا غلبہ قائم ہو گیا۔

پاکستان کی سیاسی تاریخ کو مدنظر رکھتے ہوئے، جب تک ہم سلامتی کی پالیسیوں کی تشکیل کے لیے پارلیمنٹ کو جوابدہ اور سویلین کنٹرول میں قابل اعتبار طریقہ کار وضع نہیں کریں گے عارضی اور محدود مفادات ہماری پالیسی سازی کے عمل کو متاثر کرتے رہیں گے اور قومی دفاع کے اہم پہلوؤں کو نقصان پہنچتا رہے گا۔

پاکستان میں اعلیٰ دفاعی نظام کا ارتقاء

پاکستانی فوج کو سویلین بالادستی اور اس کی فعال سیاست سے دوری کی برطانوی روایت ورثے میں ملی۔ 1947 میں آزادی کے وقت وزیراعظم لیاقت علی خان کے پاس وزارت دفاع کا بھی قلمدان تھا۔ کابینہ کمیٹی برائے دفاع، جس میں کئی وزراء ممبران تھے، دفاعی امور پر فیصلہ سازی کا ریاست کا سب سے بڑا ادارہ تھا۔ تاہم اس کا وجود محض کاغذوں میں تھا اور شائد ہی کبھی کوئی اجلاس ہوا ہو۔ وزیراعظم بطور وزیر دفاع براہ راست سیکریٹری دفاع اور مسلح افواج سے سربراہان کے ساتھ معاملات چلاتے رہے۔

مسلسل عدم استحکام کے نتیجے میں بار بار سیاسی قیادت تبدیل ہوئی جس کے باعث قومی دفاعی معاملات میں پالیسی گائیڈ لائن نہ مل سکی۔ 1954 میں کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان کو یونیفارم میں وزیر دفاع بھی بنا دیا گیا۔ اس کے نتیجے میں وزارت دفاع کا کردار سکڑ کر رہ گیا۔

فوج کی سطح پر فضائیہ اور بحریہ جی ایچ کیو کے ماتحت تھے۔ تینوں سروسز کے باہمی مسائل سے نمٹنے کے لیے ڈپٹی چیفس آرگنائزیشن تھی جسے بعد میں جوائنٹ سروسز سیکریٹریٹ میں تبدیل کر دیا گیا۔ جب پاکستان فضائیہ اور بحریہ نے خودمختار اداروں کا درجہ حاصل کیا اس وقت ایک جوائنٹ چیفس کمیٹی قائم کی گئی۔ یہ اعلیٰ ترین فوجی ادارہ تھا جو سروسز کے باہمی امور جیسے پالیسی، پلاننگ اور انتظامی امور کا ذمہ دار تھا۔ 1951 میں جوائنٹ سروسز سیکریٹریٹ کو جوائنٹ چیفس سیکریٹریٹ میں تبدیل کر دیا گیا جس میں تینوں مسلح افواج کے سربراہان شامل تھے۔

تنظیم نو کے ان مراحل کے باوجود، پالیسی سازی، سٹریٹجک پلاننگ اور انتظامی تعاون جیسے اہم امور پر مطلوبہ توجہ نہیں دی جاسکی کیونکہ سروسز چیفس کی زیادہ توجہ اپنے اداروں کے مسائل کی جانب رہی۔ اس کے باعث ملکی دفاع زیادہ تر ہر ادارے کی اپنی حکمت عملیوں، ترجیحات اور انتظامی منصوبہ بندی پر منحصر رہا۔ دونوں 1965 اور 1971 کی جنگیں جوائنٹ چیفس سیکریٹریٹ کے انتظام کے تحت لڑی گئیں۔ ان جنگوں سے

جامع انتظامی ناکامی کے نتائج اخذ کیے گئے۔

اس سے اعلیٰ دفاعی نظام میں بڑی تبدیلیوں کی ضرورت محسوس کی گئی۔اس سلسلے میں1972 میں اقدامات کا آغاز کیا گیا۔اعلیٰ دفاعی نظام کے نئے مجوزہ ڈھانچے میں جوائنٹ چیفس سیکریٹریٹ کو جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر میں تبدیل کرنے کی تجویز بھی صدر کو بھجوائی گئی جس کا ایک کل وقتی چیئرمین ہو۔حکومت نے غور کے بعد مئی 1976 میں ایک اعلیٰ دفاع نظام پر وائیٹ پیپر جاری کیا جس سے موجودہ اعلیٰ دفاعی نظام کی تشکیل ہوئی۔

بدقسمتی سے صرف 14 ماہ بعد ہی مارشل لاء کے نفاذ سے پوری صورتحال تبدیل ہوگئی اور اعلیٰ دفاعی نظام کی ہونے والی تشکیل نو درحقیقت ختم ہوکر رہ گئی۔

1989 میں فوجی حکومت کے خاتمے کے بعد مختلف حکومتوں نے کمیٹی برائے دفاع وقومی سلامتی اور قومی سلامتی کونسل جیسی تجاویز کو زیرغور لایا لیکن سیاسی حکومتوں نے 1976 کے اعلیٰ دفاعی نظام کے ڈھانچے کی پیروی کی اگرچہ اس پر مکمل عملدرآمد کے لیے کوئی خاطرخواہ اقدامات نہیں کیے گئے۔

دورحاضر کی جمہوری ریاستوں میں اعلیٰ دفاعی نظام کے ماڈل

مختلف ممالک میں اعلیٰ دفاع نظام کا ارتقاء بنیادی طور پر ان کے جیوسٹریٹیجک ماحول اور تاریخی تجربات کے نتیجے میں ہوتا ہے۔تاہم دفاعی انتظامات اور سیاسی میدان میں ان میں کئی مشترکہ امور ہیں جو کہ تقابلی جائزے کے لیے مفید ثابت ہوسکتے ہیں۔

برطانیہ اور بھارت کا جائزہ، ماضی کے آزادی کے تجربات میں اختلافات کے باوجود، ہمارے لیے زیادہ متعلقہ ہوگا خاص طور پر سیاسی معاملات میں۔اسی طرح خصوصی دفاعی روابط کے باعث امریکا کا بھی ہمارے دفاعی امور پر بہت اثر ہے۔اس لیے امریکا کا دفاعی نظام کا جائزہ بھی ہمارے اعلیٰ دفاعی نظام کے ڈھانچے کی تشکیل نو میں بہت مفید ثابت ہوگا۔اس کے علاوہ ترکی، جنوبی کوریا اور انڈونیشیا جیسے ممالک کے سول ملٹری تعلقات کی نوعیت کے باعث جائزہ ہمارے اعلیٰ دفاعی نظام میں اصلاحات کے لیے معلوماتی ہوسکتا ہے۔

امریکا کی اعلیٰ دفاعی نظام

امریکی آئین کے تحت، صدر مسلح افواج کا کمانڈر انچیف ہوتا ہے۔ وہ سیکریٹری دفاع اور جوائنٹ چیفس آف سٹاف کے ذریعے یا براہ راست پالیسی سازی، وسائل مختص کرنے اور آپریشنز کی نگرانی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

صدر کی جانب سے، سیکریٹری دفاع مسلح افواج کے لیے پالیسی سازی کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ وقت کے ساتھ سیکریٹری دفاع کے اختیارات میں بہت اضافہ ہوگیا ہے اور سیکریٹری اب اہم جنگی امور کو دوبارہ تفویض، منتقل، مستحکم یا ختم کرسکتا ہے۔ جوائنٹ چیفس آف سٹاف براہ راست سیکریٹری دفاع کو جوابدہ ہوتا ہے۔ سیکریٹری دفاع جوائنٹ چیفس آف سٹاف کی سفارش پر بریگیڈیئر یا اس سے اوپر کے افسران کی ترقی کے لیے نامزدگیاں صدر کو بھیجتا ہے۔

امریکی اعلیٰ دفاعی نظام کے دیگر اہم عناصر یہ ہیں:

i۔ قومی سلامتی کونسل

یہ اعلیٰ ترین پالیسی ساز ادارہ ہے جو قومی سلامتی کے ایسے امور پر تبادلہ خیال کرتا ہے جس پر صدر کا پالیسی فیصلہ درکار ہوتا ہے۔ یہ قومی حکمت عملی اور پالیسی مقاصد کے لیے فریم ورک مرتب کرتا ہے۔ امریکا صدر کونسل کا چیئرمین جبکہ ممبران میں نائب صدر، قومی سلامتی مشیر اور خارجہ اور دفاع کے سیکریٹریز شامل ہیں۔

ڈائریکٹر نیشنل انٹیلی جنس، ڈائریکٹر سی آئی اے اور چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف مشیر کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ زیر غور معاملات کے مطابق دیگر سیکریٹریز کو بھی شامل کیا جاسکتا ہے۔

ii۔ محکمہ دفاع

محکمہ دفاع سیکریٹری دفاع کے دفتر، جوائنٹ چیفس آف سٹاف، انسپکٹر جنرل کے دفتر، جنگی کمانڈروں، فوجی اداروں (آرمی، ائرفورس اور نیوی) اور دیگر ایجنسیوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ محکمہ خارجہ کے ساتھ بھی تعاون کرتا ہے دونوں محکموں کے افسران کو دو سال کے لیے دوسرے محکمے میں ڈیوٹی کے لیے بھیجا جاتا ہے تاکہ ان محکموں میں تعاون کو فروغ دیا جاسکے۔

iii۔ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف

چیئرمین سب سے اعلیٰ رینک فوجی افسر ہوتا ہے جو پہلے کسی سروس کا چیف رہا ہو لیکن نائب چیئرمین کسی اور سروس سے ہونا چاہیے۔ جوائنٹ چیفس آف سٹاف ایک کارپوریٹ ادارہ ہے جس کا سربراہ چیئرمین ہوتا ہے۔ اس کے ممبران میں چیف آف سٹاف آرمی، چیف آف نیول آپریشنز، چیف آف ائر فورس، کمانڈنٹ یو ایس میرین فورس شامل ہیں۔ اگرچہ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کے پاس کوئی کمانڈ اتھارٹی نہیں ہوتی لیکن وہ چین آف کمانڈ کے اندر کام کرتا ہے اور جنگی کمانڈروں کو صدر یا سیکریٹری دفاع کے احکامات پہنچاتا ہے۔

iv۔ سروسز چیفس

سروسز چیف سول حکومت اور فوج کے درمیان رابطے کا کردار ادا کرتے ہیں اور اپنی متعلقہ سروس کی تقرری، آلات، تربیت اور مرمت کے واحد ذمہ دار ہوتے ہیں۔ وہ جنگی کمانڈروں پر براہ راست انتظامی کنٹرول نہیں رکھتے لیکن انہیں اثاثے فراہم کرتے ہیں۔ اگرچہ ان کی صدر تک براہ راست رسائی نہیں ہوتی لیکن خصوصی حالات میں وہ صدر اور کانگرس کی نمائندگی کرسکتے ہیں۔

v۔ جنگی کمانڈر (مشترکہ/مخصوص)

امریکی مسلح افواج کو فوجی مشنز کی تکمیل کے لیے جنگی کمانڈروں میں منظّم کیا

جاتا ہے۔مختلف اداروں کے ٹروپس (آرمی، نیوی، ائرفورس، میرینز) کو جنگی کمانڈروں (مشترکہ/مخصوص) کے تحت رکھا جاتا ہے۔انہیں اپنے ماتحت تمام افواج پر مکمل انتظامی کنٹرول حاصل ہوتا ہے۔اختیارات کمانڈر انچیف (صدر) سے سیکریٹری دفاع کے ذریعے جوائنٹ چیفس آف سٹاف سے ہوکر جنگی کمانڈروں تک پہنچتے ہیں۔سروسز چیفس اس چین آف کمانڈ میں نہیں آتے۔

تجزیہ

1۔ امریکا میں ایک قابل قومی سلامتی کونسل ہے جس کے ممبران میں سیاسی اورفوجی قیادت دونوں شامل ہیں۔اس نظام میں صدر کا قومی سلامتی مشیر بھی شامل ہے جو کہ قومی سلامتی کونسل کا ممبر بھی ہوتا ہے۔

2۔ ڈی این اے اور ڈائریکٹرسی آئی اے قومی سلامتی کونسل کا حصہ ہیں اور براہ راست صدر کے ماتحت ہیں۔

3۔ امریکی کانگرنس کی ایوان بالا اور ایوان زیریں کی دفاعی امور پر موثر کمیٹیاں ہیں۔صدر اور سیکریٹری دفاع دونوں ایوانوں کو جوابدہ یں۔

4۔ سیکریٹری دفاع کے پاس چیئرمین اور جوائنٹ چیفس آف سٹاف پر سویلین کنٹرول کے نفاذ کے لیے قانونی اختیار موجود ہے۔سروسز چیفس کی تعیناتی بھی سینیٹ کی توثیق سے مشروط ہے۔محکمہ دفاع میں سویلین بیوروکریٹس،ٹیکنوکریٹس اور فوجی ماہرین سب شامل ہوتے ہیں۔

5۔ عام حالات میں،سروسز چیفس کی صدر تک رسائی نہیں ہوتی۔چیئرمین اور جوائنٹ چیفس آف سٹاف سروسز کے انتظامی منصوبہ بندی،سٹرٹیجک حکمت عملی اور بجٹ مختص کرنے میں موثر شرکت کرتے ہیں۔چیئرمین نے،کم اختیارات کے باوجود، اپنا قد بڑھالیا ہے اور وہ فوج کے واحد ترجمان ہیں۔

برطانیہ کی اعلی دفاعی نظام

برطانیہ کی اعلی دفاعی نظام میں دوسری جنگ عظیم کے بعد بہت زیادہ تبدیلیاں کی گئی ہیں۔1958 میں چیف آف ڈیفنس سٹاف کا عہدہ تشکیل دیا گیا1963 میں تمام مسلح افواج کی کمیٹیاں کووزارت دفاع میں اکھٹا کیا گیا جس کوایک سیکریٹری آف سٹیٹ برائے دفاع کے ماتحت کیا گیا۔

مسلح افواج کی کمانڈ اور انتظامی اختیارات چلانے کے لیے دفاعی کونسل تشکیل دی گئی۔1984 میں جاری ہونے والے وائیٹ پیپر میں بڑے پیمانے پرتبدیلیاں عمل میں لائی گئیں جس میں انفرادی سروسز چیفس کے اختیارات کوکم کیا گیا۔انہیں اپنی آراء یا پالیسی تجاویز چیف آف ڈیفنس سٹاف کے ذریعے سیکریٹری دفاع کوجمع کرانی ہوتی ہیں اُن کی پوزیشن وقت کے ساتھ مستحکم کی گئی۔ پالیسی میں یہ تبدیلی رکاوٹوں کے باوجود نافذ کی گئی اوررکاوٹوں کودور کیا گیا۔

i- دفاع اوراوورسیز پالیسی کمیٹی

ولی عہد مسلح افواج کے رسمی کمانڈر انچیف ہیں لیکن کابینہ پروزیر اعظم اور سیکریٹری آف سٹیٹ برائے دفاع کے ذریعےملکی دفاع کی ذمہ داری ہوتی ہے۔وزیر اعظم اورکابینہ دفاعی پالیسی اور حکمت عملی کی تشکیل کے لیے سیاسی رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

ii- قومی سلامتی کونسل

برطانیہ کے وزیر اعظم ڈیوڈ کیمرون کی اتحادی حکومت کا پہلا اقدام مئی 2010 میں قومی سلامتی کونسل کی تشکیل تھی۔ برطانوی قومی سلامتی کونسل ایک کابینہ کمیٹی ہے۔جس کی ذمہ داری قومی سلامتی ،انٹیلی جنس تعاون اور دفاعی حکمت عملی سے متعلق تمام امور کی نگرانی ہے۔اس کی صدارت وزیر اعظم کرتے ہیں اوراس کے مستقل ممبران میں ڈپٹی وزیر اعظم ،خزانے کے چانسلر،دفاع، توانائی اور ماحولیاتی تبدیلی،امورخارجہ، داخلہ اور بین الاقوامی ترقی کے وزراءشامل ہیں۔ چیف آف ڈیفنس سروسز یااس کا نائب، چیئرمین جوائنٹ انٹیلی جنس کمیٹی اورانٹیلی جنس اداروں کے سربراہان باقاعدگی سے شرکت کرتے ہیں۔ایک قومی سلامتی کے مشیر(ایک سول سرونٹ)قومی سلامتی کونسل کے سیکریٹری کے فرائض انجام دیتے ہیں اور وہ افسران کی ٹیم کی سربراہی کرتے ہیں جس کواین ایس سی سیکریٹریٹ کہا جاتا ہے اور یہ کابینہ کے دفتر میں قائم ہے۔قومی سلامتی کونسل کا اجلاس ہر ہفتے ہوتاہےاس کی تین وزارتی سب کمیٹیاں ہیں۔

الف۔ خطرات ،رکاوٹیں ،ردعمل اور ہنگامی صورتحال
ب۔ ایٹمی صلاحیت اورسلامتی
ج۔ برطانیہ کے ابھرتی ہوئی بین الاقوامی قوتوں سے تعلقات

iii- سیکریٹری آف سٹیٹ برائے دفاع

اگرچہ وزیر اعظم پردفاع کی مجموعی ذمہ داری ہےلیکن سیکریٹری آف سٹیٹ برائے دفاع مندرجہ ذیل کاموں کا ذمہ دار ہے:

الف۔ سروسز کے لیےوسائل کی تخصیص
ب۔ عام تحقیق اورترقیاتی پالیسی کی تشکیل
ج۔ عام انتظامات کے لیے سوالات مرتب کرنا جس کی بناپرسروسز کے لیےعمومی پالیسی بنائی جاسکے
د۔ انٹرسروسزایجنسیوں کاانتظام

iv- چیف آف ڈیفنس سٹاف اورمستقل انڈر سیکریٹری

برطانوی وزارت دفاع، سیکریٹری آف سٹیٹ برائے دفاع کی سربراہی میں متحداور مربوط ادارہ ہے جوکہ حکومت کے محکمہ اورفوجی ہیڈکوارٹر کے طور پرکام کرتا ہے۔

وزارت سول اورفوجی سٹاف کے درمیان تقسیم ہے۔ چیف آف ڈیفنس سٹاف اور مستقل انڈر سیکریٹری دونوں شعبوں کی سربراہی کرتے ہیں۔دونوں سیکریٹری آف سٹیٹ برائے دفاع کوآپریشنز، انتظامات اور مالی امور پرمشاورت فراہم کرتے ہیں۔

سول اور فوجی اہلکار ایک ساتھ کام کرتے ہیں جس میں کوئی برتری کا تصور نہیں۔ تینوں سروسز اپنے امور پر سیکریٹری آف سٹیٹ برائے دفاع کو مشاورت دیتی ہیں اور حکومت کی پالیسیوں پر عملدرآمد یقینی بناتی ہیں۔

v۔ دفاعی کونسل

دفاعی کونسل برطانوی وزارت دفاع کی اعلیٰ ترین کمیٹی ہے۔ سیکریٹری آف سٹیٹ برائے دفاع اس کے اجلاسوں کی صدارت کرتے ہیں اور اس کے نو دیگر اراکین ہیں جو کہ دفاعی پالیسی پر عملدرآمد کے ذمہ دار ہیں۔ دفاعی کونسل، ڈیفنس اینڈ اوورسیز پالیسی کمیٹی کو قومی سلامتی کے امور پر بھی مشاورت فراہم کرتی ہے جب اس کی طلب کی جاتی ہے۔

vi۔ چیفس آف سٹاف کمیٹی

چیفس آف سٹاف کمیٹی وزارت دفاع کی سب سے اہم فوجی کمیٹی ہے۔ اس کمیٹی کی سربراہی چیف آف ڈیفنس سٹاف کرتے ہیں جبکہ تینوں سروسز چیف اس کے ممبران ہیں۔ وہ اپنی علیحدہ شناخت برقرار رکھتے ہیں جبکہ اس کے ساتھ ساتھ مختلف انٹر سروسز کمیٹیوں کے ذریعے زیادہ سے زیادہ تعاون یقینی بناتے ہیں۔ ہر سروس کا الگ بورڈ ہوتا ہے۔ ہر سروس کے انفرادی معاملات میں یہ بورڈ اعلیٰ ترین فیصلہ ساز ادارہ ہوتے ہیں۔

vii۔ چین آف کمانڈ

برطانیہ کی اعلیٰ دفاعی نظام میں چیف آف ڈیفنس سٹاف اعلیٰ ترین فوجی نمائندہ ہے۔ وہ ڈپٹی چیف آف ڈیفنس سٹاف اور تینوں سروسز چیفس کے ذریعے کمانڈ کرتا ہے۔

ایک اہم پیش رفت مستقل جوائنٹ ہیڈکوارٹرز کا قیام ہے۔ اس سے مستقل طور پر انٹیلی جنس منصوبہ بندی، آپریشنز اور لاجسٹک سٹاف کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔ یہ ہیڈکوارٹر برطانیہ کے تمام مشترکہ، ممکنہ طور پر مشترکہ اور دوسرے ممالک میں کیے جانے والے آپریشنز کا ذمہ دار ہے اور یہ براہ راست وزارت دفاع کے تحت کام کرتا ہے۔

تجزیہ

1۔ برطانیہ میں مکمل طور پر مربوط اعلیٰ دفاعی نظام ہے جہاں وزیر اعظم اور کابینہ مشترکہ طور پر سیاسی سمت فراہم کرتے ہیں۔ قومی سلامتی کونسل کی تشکیل قومی سلامتی میں بہتر تعاون اور مل کر حکومت کرنے کی برطانوی روایت کے از سر نو جائزے کے لیے ایک اہم پیش رفت ہے۔

2۔ سیکریٹری آف سٹیٹ برائے دفاع مستقل انڈر سیکریٹری آف سٹیٹ اور چیف آف ڈیفنس سٹاف کے ذریعے مسلح افواج پر حقیقی کنٹرول کرتے ہیں۔

3۔ تینوں سروسز چیفس قومی سلامتی کونسل کے ممبر نہیں ہیں۔ صرف چیف آف ڈیفنس سٹاف قومی سلامتی کونسل میں تینوں سروسز چیفس کی نمائندگی کرتے ہیں۔

4۔ ہر سروس اپنی شناخت سروس بورڈز کے ذریعے برقرار رکھتی ہے یہ بورڈ سینئر افسران اور سول سرونٹس پر مشتمل کمیٹی ہے۔

5۔ جہاں چیف آف ڈیفنس سٹاف نے اپنا اختیارات کے ذریعے مستقل جوائنٹ ہیڈکوارٹر قائم کیا تا کہ باہمی تعاون کے لیے تمام ممکنہ اقدامات کیے جاسکیں اور فوری ردعمل کی صلاحیت کی حامل جوائنٹ ریپڈ ایمپلائمنٹ فورس تشکیل دی۔

بھارت کی اعلیٰ دفاعی نظام

اگرچہ بھارت میں دفاعی انتظامات مکمل طور پر سیاسی کنٹرول میں رہے بھارت کی اعلیٰ دفاعی نظام میں ایک اہم عنصر سول بیوروکریسی کا وزارت دفاع پر بڑھتا ہوا اثر و رسوخ ہے۔ کسی بھی جمہوری یا سوشلسٹ ملک میں اس کی مثال نہیں ملتی اور سروسز چیفس کا کردار پیشہ وارانہ فوجی مشیروں کا بن چکا ہے۔

i سپریم کمانڈر

بھارتی صدر مسلح افواج کے سپریم کمانڈر ہیں۔ تاہم صدر دفاعی افواج، وزیر اعظم اور کابینہ کے رسمی سربراہ ہیں جو کہ ملکی دفاع میں پارلیمنٹ کو جوابدہ ہیں۔

ii۔ قومی سلامتی کونسل

1998 میں وزیراعظم کی سربراہی میں بھارت میں قومی سلامتی کونسل قائم کی گئی۔ اس کونسل کی تین سطحیں ہیں، جن میں قومی سلامتی کونسل، سٹرٹیجک پالیسی گروپ اور قومی سلامتی مشاورتی بورڈ شامل ہیں۔

قومی سلامتی کونسل کے دیگر ممبران میں دفاع، خارجہ، داخلہ اور خزانے کے وزراء اور قومی سلامتی کے مشیر شامل ہیں۔ اس میں کوئی فوجی ممبر نہیں۔ اس کی یہ ذمہ داریاں ہیں۔

الف۔ سٹرٹیجک دفاعی جائزے لینا اور طویل المیعاد پالیسی آپشنز پر فیصلہ کرنا۔

ب۔ انٹیلی جنس جائزوں کو ہم آہنگ کر کے جامع تجزیہ کرنا اور وزیراعظم کے لیے بہترین پالیسی آپشنز فراہم کرنا۔

ج۔ ایٹمی قوت کے جماوڑھانچے، اس کے کمانڈ، کنٹرول، مواصلاتی نظام اور حتمی تنصیب کا فیصلہ کرنا۔

iii۔ سٹرٹیجک پالیسی گروپ

کابینہ سیکریٹری کے تحت بین الوزارتی تعاون اور قومی سلامتی کونسل کی مدد کے لیے سٹرٹیجک پالیسی گروپ تشکیل دیا گیا ہے جس کے ممبران میں مسلح افواج کے سربراہان، اہم وزارتوں کے سیکریٹریز، گورنر ریزرو بنک، سیکریٹری ریسرچ اینڈ انالسٹ ونگ (RAW) اور ڈائریکٹر انٹیلی جنس بیورو شامل ہیں۔ پہلے سے موجود جوائنٹ انٹیلی جنس کمیٹی کو قومی سلامتی کونسل کے سیکریٹریٹ میں تبدیل کر دیا گیا ہے تاکہ قومی سلامتی کونسل کو طویل المیعاد انٹیلی جنس معلومات ملتی رہیں۔

vi۔ قومی سلامتی مشاورتی بورڈ

اس میں مختلف شعبوں جن میں داخلی و خارجی سلامتی، سٹرٹیجک تجزیہ کار اور سائنس و ٹیکنالوجی کے نامور ماہرین شامل ہیں۔ یہ حکومت کے باہر سے تشکیل دیا جاتا ہے اور اس میں وزیراعظم ممبران نامزد کرتے ہیں۔ یہ کم از کم مہینے میں ایک دفعہ اجلاس کرتا ہے اور قومی سلامتی کونسل کو طویل المعیاد تجزیئے، مسائل کے حل کی سفارشات اور پالیسی آپشنز فراہم کرتا ہے۔

v۔ کابینہ کمیٹی برائے امور سیاست

یہ اعلیٰ ترین سیاسی ادارہ ہے جو کہ سیاسی اور دفاعی مقاصد طے کرتا ہے۔ اس کی سربراہی وزیراعظم کرتے ہیں اور اس میں داخلہ، خزانہ، امور خارجہ اور دفاع کے وزراء ممبران ہیں سروسز چیفس کو ضرورت کے وقت مدعو کیا جاتا ہے۔ کمیٹی قلیل اور طویل المدتی دفاعی پالیسیوں سے متعلق تمام سوالات کا جائزہ لیتی ہے اور اس کو کابینہ سیکریٹریٹ کا سول ونگ معاونت فراہم کرتا ہے۔

vi۔ دفاعی وزراء کی کمیٹی

وزیر دفاع اس کمیٹی کے سربراہ ہیں اور اس میں وزیر مملکت برائے دفاع، سروسز چیفس، سیکریٹری دفاع، سیکریٹری دفاعی پیداوار اور سائنسی اور معاشی مشیر (دفاعی امور) شامل ہیں۔

یہ قومی مقاصد کی تشریح کرتی ہے پالیسیاں مرتب کرتی ہے اور منصوبہ بندی

کرتی ہے۔ یہ ترقیاتی حکمت عملی بھی وضع کرتی ہے جس میں فوج کے اہداف، آلات اور ہتھیاروں کی شمولیت، انفراسٹرکچر کی ترقی، لاجسٹک اور وسائل مختص کرنا شامل ہیں۔

vii۔ کمیٹی برائے دفاعی منصوبہ بندی

یہ کابینہ سیکریٹری کے تحت کام کرتی ہے۔ اس کے مستقل ممبران میں سروسز چیفس، وزیراعظم کے پرنسپل سیکریٹری، دفاع، پلاننگ کمیشن، خارجہ، خزانہ اوردفاعی پیداوار کے سیکریٹریز شامل ہیں۔

یہ کمیٹی دفاعی امور کوقومی ترقیاتی منصوبوں میں شامل کرنے کے لیے تشکیل دی گئی ہے۔ یہ جغرافیائی ترقی سے متعلق طویل المیعاد انٹیلی جنس جائزوں، قومی دفاعی اہداف اور مقاصد، ٹیکنالوجی کے حصول، خارجہ پالیسی اور دفاعی ترجیحات کا مخصوص مدت کے بعد جائزہ لیتی ہے اور وزارت دفاع کی جانب سے تیار کردہ دفاعی منصوبوں کا جائزہ لیتی ہے۔

viii۔ چیف آف سٹاف کمیٹی

یہ سروسز چیفس پر مشتمل ہے۔ اس کا کوئی مستقل چیئرمین نہیں ہوتا اور اجلاس کی صدارت سب سے زیادہ عرصے تک رہنے والا ممبر کرتا ہے۔ سروسز چیفس وزارت دفاع کے مشیر کے طور پر کام کرتے ہیں۔ وزیر دفاع کے سائنسی امور کے مشیر کو تیکنیکی معاملے پر رائے جاننے کے لیے مدعو کیا جاتا ہے۔ یہ کابینہ کمیٹی برائے سیاسی امور اور دفاعی وزراء کمیٹی کی جانب سے طے کی جانے والے پالیسی پر عملدرآمد کے لیے منصوبہ بندی کرتی ہے۔ کارگل کے تجربے کے بعد بھارت نے سروسز کو مربوط بنانے پر زور دیا اور چیف آف ڈیفنس سٹاف کا نظام اپنانے کا فیصلہ کیا۔ چیف آف ڈیفنس سٹاف کا ایک نائب چیف اور تین ڈپٹی چیف آف ڈیفنس سٹاف ہوں گے جو کہ آپریشنز، انٹیلی جنس اور انتظامات کے ذمہ دار ہوں گے۔ 13 سال کی تاخیر کے باوجود یہ نظام نافذ نہیں کیا جاسکا۔

تجزیہ

1۔ بھارت نے بغیر کسی قانون سازی کے عمل کے ایگزیکٹو حکم کے ذریعے قومی سلامتی کونسل تشکیل دی گئی۔ یہ مسلح افواج کو سیاسی قیادت تک براہ راست رسائی فراہم نہیں کرتی اور وہ اعلیٰ ترین سطح پر فیصلہ سازی کے عمل میں شرکت سے محروم رہتے ہیں۔

2۔ کابینہ کمیٹی برائے سیاسی امور کا مینڈیٹ واضح نہیں ہے اور یہ خصوصی طور پر قومی سلامتی کے امور سے متعلق نہیں ہے۔ تینوں مسلح افواج کے سربراہاں کو موقع پر پیشہ وارانہ فوجی مشاورت کے سلسلہ بھی منقطع کر دیا گیا ہے۔

3۔ فوجی قیادت پر مضبوط اور مسلمہ سیاسی کنٹرول ہے تاہم سول بیوروکریسی مرکزی سطح پر مضبوط ہوئی ہے اور فوجی قیادت کو پیچھے دھکیل دیا گیا ہے۔ دفاعی منصوبہ بندی کی کمیٹی کے ذریعے مسلح افواج کو مشاورتی عمل میں مزید پیچھے کر دیا گیا ہے۔

4۔ وزیر دفاع کئی کمیٹیوں کے ذریعے فرائض انجام دیتے ہیں جن میں کئی کمیٹیوں میں ایک جیسے ممبران شامل ہیں اس سے فیصلہ سازی کا عمل سست پڑ جاتا ہے۔

5۔ چیف آف سٹاف کمیٹی کا کوئی مستقل چیئرمین اور الگ ہیڈکوارٹر نہیں۔ اگرچہ چیف آف ڈیفنس کا نظام منظور کیا گیا ہے لیکن یہ ایک دہائی سے زائد گزرنے کے باوجود نافذ نہیں کیا جاسکا جس کی بظاہر وجہ فوج کے اندر موجود اختلافات ہیں۔

دیگر ممالک میں سول ملٹری تعلقات اور اثرات

اعلیٰ دفاعی نظام کے عناصر اور اس پر نظر ثانی کو سول ملٹری تعلقات کے وسیع تناظر میں دیکھا جانا چاہیے۔ اعلیٰ دفاعی نظام میں اصلاحات تاکہ سیاسی کنٹرول کو زیادہ موثر بنایا جا سکے جمہوریت کے استحکام کے لیے ایک اہم قدم ہوگا اور اس سے قومی دفاع کی مضبوطی کے لیے طاقت کے تمام مراکز کو ہم آہنگ کیا جا سکے گا۔

تاہم یہ بہت سے ممالک میں نظام حکومت کا ایک پیچیدہ اور نازک معاملہ ہے جس کو احتیاط سے چلانے کی ضرورت ہے۔

اگرچہ پیشہ وارانہ، تکنیکی اور سروسز کے امور پر مسلح افواج کی خودمختاری پہلے سے مسلمہ ہے اور یہ اس پالیسی فریم ورک کے اندر ہے جو سیاسی قیادت نے مقرر کیا ہے۔

ہر ملک میں سول ملٹری تعلقات کی نوعیت میں فرق ہوتا ہے جن کی بنیاد مخصوص حالات اور تاریخی تجربات پر ہوتی ہے۔ کئی ممالک نے ادارہ جاتی اصلاحات کے ذریعے زیادہ بہتر سول ملٹری توازن حاصل کر لیا ہے جو کہ قومی سلامتی کے معاملات میں سیاسی و سول بالادستی کے اصولوں پر مبنی ہے۔

اگرچہ کوئی مکمل حل موجود نہیں تاہم ترکی، جنوبی کوریا اور انڈونیشیا جیسے ممالک میں آنے والے تبدیلی کا مطالعہ مفید ثابت ہو سکتا ہے۔

ان ممالک میں اصلاحات کے مطالعے سے اخذ کیے جانے والے کچھ نتائج درج ذیل ہیں:

i۔ دفاعی اصلاحات کسی بھی ملک کے مجموعی سیاسی و سلامتی کی صورتحال میں تبدیلی کے لیے اہم عنصر ہیں اور ان کو صرف دفاعی شعبے تک محدود نہیں رکھا جا سکتا۔ یہ ایک ہمہ جہتی عمل ہے جو سیاسی و جغرافیائی صورتحال، خطے کی سلامتی کی صورتحال اور داخلی سلامتی کی صورتحال پر منحصر ہوتا ہے۔ ترکی کی مثال لیں تو یہ عمل سرد جنگ کے خاتمے، نیٹو میں ترکی کی فوج کے کردار میں کمی، ترکی کے یورپی یونین میں شمولیت کی کوششوں، ایک دہائی سے ایک ہی جماعت کی حکومت (اے کے پارٹی) اور اس کی تمام شعبوں میں قابل ذکر کامیابی، ترکی کی خارجہ پالیسی میں واضح تبدیلی (ایران اور عرب ہمسائیوں سے تعلقات میں) اور عراق جنگ میں امریکا ترکی کے تعلقات میں تبدیلی کی وجہ سے ہوا۔

ii۔ اصلاحاتی عمل کا ایک اہم عنصر قابل اعتماد اور ہر دلعزیز قیادت کا ہونا ہے جو کہ اچھی طرز حکمرانی اور اس عمل کو جاری رکھنے کے لیے مضبوط سیاسی عزم رکھتی ہو۔ سیاسی قیادت اصلاحات کی سیاسی ذمہ داری قبول کرنے کے قابل ہو اور اس کو مستحکم جمہوری و پارلیمانی اداروں، قابل بیوروکریسی اور قانون کی عملداری کی حمایت حاصل ہو۔ سیاسی قیادت کی سب سے بڑی طاقت سول ملٹری تعلقات میں توازن اور عوام کا اعتماد ہے کہ وہ چیلنجز سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔

iii۔ سول ملٹری تعلقات میں توازن پیدا کرنے کی کامیاب کوششوں کے لیے پارلیمنٹ، سیاسی جماعتوں، بیوروکریسی، میڈیا اور شہری تنظیموں میں قومی سلامتی کے امور سے متعلق استعداد کار بڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ ایک بتدریج عمل ہے جس کے لیے مطالعے، اداروں اور طریقہ کار، مسلح افواج سے گفت و شنید اور دوسرے ممالک کے تجربات اور ان کی بہترین مثالوں سے سیکھنے کی ضرورت ہے۔ خوش قسمتی سے اس سلسلے میں کئی اداروں خاص طور پر پلڈاٹ نے کافی کام کیا ہے اور اسے مزید بڑھانے کی ضرورت ہے۔

iv۔ آخر میں، ایک کامیاب اصلاحاتی عمل کے ضروری ہے کہ مسلح افواج بھی اس میں شامل ہوں۔ یہ ضروری ہے کہ مسلح افواج کے اندر بھی اصلاحات کا عمل جاری رہے جیسا کہ انڈونیشیا میں ہوا۔اس کے لیے مسلح افواج کو اتفاق رائے کے عمل میں شامل کیا جائے اور ہر فورم پر بامقصد، شفاف اور مسلسل مذاکرات ہونے چاہیں جن میں فوج کے ادارے بھی شامل ہیں۔

پاکستان میں اعلیٰ دفاعی نظام کا جائزہ

پاکستان کی اعلیٰ دفاعی تنظیم ،جیسا کہ 1976 کے وائیٹ پیپر میں درج ہے،37 سال سے وجود میں ہے۔اس میں ضروری اصلاحات تجویز کرنے کے لیےاس نظام اوراس کی کارکردگی کا تقابلی جائزہ لیناضروری ہے۔

i۔ وزیراعظم

1976 کے وائیٹ پیپر میں وزیراعظم کے کردار کی مرکزیت کو بھرپور طریقے سے نافذ کیا گیا۔وزیراعظم دفاع کے شعبہ میں قومی مقاصد کاتعین کرتا ہےاوراس سلسلے میں اقدامات کی ہدایت دیتا ہے۔وزیراعظم مندرجہ ذیل کا ذمہ دار ہے:

الف۔ ریاست کی استعداد کے مطابق دفاع کے لیے وسائل مختص کرنا۔
ب۔ وسائل کے صحیح استعمال کے لیے اداروں کا تعین اور قیام
ج۔ مسلح افواج کی ترقی وترویج
د۔ دفاعی پالیسی کومقامی وبیرونی پالیسیوں سے ہم آہنگ کرنا

ii۔ کابینہ کمیٹی برائے دفاع

کابینہ کمیٹی برائے دفاع قومی سلامتی اوردفاع کے امور کے لیےاہم ترین سیاسی ادارہ ہے۔وزیراعظم کمیٹی کی صدارت کرتے ہیں۔اس کے ممبران میں دفاع،امور خارجہ اورخزانہ کے وزراء شامل ہیں۔چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی اورتینوں سروسز چیفس اجلاسوں میں شرکت کرتے ہیں۔دیگر وزراء اور حکام کو بھی ضرورت کے تحت مدعو کیا جاسکتا ہے۔کابینہ سیکریٹریٹ کا ملٹری ونگ اس کے سیکریٹریٹ کے فرائض انجام دیتاہے۔

کمیٹی قومی سلامتی کو درپیش خطرات کا جائزے لینے،دفاع وقومی سلامتی کی پالیسی مرتب کرنے،وسائل مختص کرنے اورملکی دفاع سے متعلق مختلف وزارتوں کے درمیان اقدامات کوہم آہنگ کرنے کی ذمہ دار ہے۔

کابینہ کمیٹی برائے دفاع کی کارکردگی پر کچھ اہم نکات درج ذیل ہیں:

الف۔ اگرچہ وائیٹ پیپر میں وزیراعظم اور کابینہ کی ذیلی کمیٹی برائے دفاع کے کردار کا تعین کیا گیا ہے لیکن پوری کابینہ جوکہ پارلیمنٹ اورقوم کو جوابدہ ہے اس کے کرداراور ذمہ داروں کا کوئی ذکرنہیں ہے۔

ب۔ کابینہ کمیٹی برائے دفاع کوئی مستقل ادارہ نہیں اوراس کا اجلاس ضرورت کے وقت طلب کیا جاتا ہے جوکہ عمومی طور پرکسی ہنگامی صورتحال کے ردعمل میں ہوتا ہے۔حقیقت میں اس کے اجلاس بہت کم ہوتے ہیں جس سے قومی سلامتی اور دفاع کے معاملات میں باقاعدگی سے غورنہیں کیا جاسکتا۔ سیاسی سمت واضح نہیں ہوپاتی اور ایڈہاک بنیادوں پر معاملات چلائے جاتے ہیں۔

ج۔ مستقل سیکریٹریٹ اور سٹاف کی عدم موجودگی میں کابینہ کمیٹی برائے دفاع قومی سلامتی کےامور پر پالیسی سازی اوراس پر عملدرآمد کے لیے موثر اورفعال فورم نہیں بن سکا۔مزید یہ کہ ایسے فورم کوکسی تھنک ٹینک کی خدمات حاصل ہوتی ہیں جو کہ سلامتی کی صورتحال،خطرات اورردعمل کے آپشنز کے لیےادارہ جاتی تحقیق فراہم کرتے ہیں۔

د۔ کمیٹی کی ساخت کا بھی از سرنو جائزہ لینے کی ضرورت ہے کیونکہ تجربہ یہ بتاتا ہے کہ ہمارے موجودہ سیاسی حالات میں بعض اوقات ایک یا زیادہ صوبوں کی نمائندگی کمیٹی میں نہیں ہوتی۔اسی وجہ سے جنرل مشرف کی قائم کردہ قومی سلامتی کونسل میں وزراءاعلیٰ کوشامل کیا گیاتھا۔

iii۔ وزیردفاع

ہمارے نظام میں وزیردفاع وہ شخص ہے جس کی دفاعی منصوبہ بندی تک کم رسائی ہوتی ہے۔اسی طرح عمومی طور پر کابینہ کے دیگرممبران،اراکین

پارلیمنٹ اور سینیئر بیوروکریسی کو فوجی معاملات کا زیادہ ادراک نہیں ہوتا۔ اس سے نہ صرف دفاعی منصوبہ بندی میں سیاسی رائے نہیں ملتی بلکہ اس سے فوجی قیادت پر زیادہ انحصار سے عدم توازن بھی پیدا ہوتا ہے۔

مزید یہ کہ عمومی طور پر وزیراعظم دفاع کا قلمدان اپنے پاس ہی رکھتے ہیں۔ اس سے سیاسی اور دفاعی اداروں کی ادارہ جاتی کارکردگی متاثر ہوتی ہے اور بین وزارتی ہم آہنگی بھی کم ہوتی ہے اور فوج کا اثر پذیری میں اضافہ ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ کسی انتظامی کے بجائے سیاسی وجوہات کی بنا پر وزارت دفاعی پیداوار الگ قائم کردی گئی جس کا الگ وزیر ہے اس سے وزارت دفاع کی سطح پر ہم آہنگی مزید متاثر ہوئی ہے۔

iv۔ دفاعی کونسل

دفاعی کونسل کابینہ کمیٹی برائے دفاع کی جانب سے بنائی گئی دفاعی پالیسی کو فوجی پالیسی میں تبدیل کرنے کی ذمہ دار ہے۔ تینوں مسلح افواج کے کردار، حجم اور ڈھانچے کا تجزیہ کرنا، جائزہ لینا اور سفارشات منظوری کے لیے کابینہ کمیٹی برائے دفاع کو بھجوانا اس کی ذمہ داری ہے۔ یہ دفاعی پیداوار، تحقیق اور ترقی اور دفاعی سامان یا آلات شامل کرنے کے لیے پالیسیاں مرتب کرتی ہے۔ اس کی صدارت وزیر دفاع کرتا ہے اور ممبران میں سول اور فوجی ماہرین شامل ہیں۔ یہ ادارہ اعلیٰ دفاعی تنظیم کا سب سے کم فعال ادارہ ہے جس کی مندرجہ ذیل وجوہات ہیں۔

الف۔ وزیراعظم بطور وزیر دفاع اپنی گوناگوں مصروفیات کی وجہ سے اس کا اجلاس طلب نہیں کرسکتا۔ یہ توقع کرنا ناجائز ہوگا کہ وزیراعظم بطور وزیر دفاع ایسے اجلاسوں کے لیے وقت نکال سکے یا وہ ان میں شرکت کرنا چاہے۔

ب۔ وزیراعظم تک سروسز چیفس کی براہ راست رسائی وزیر دفاع اور دفاعی کونسل کے کردار کو کم کردیتی ہے۔

ج۔ دفاعی کونسل کا کردار ایسے تجربے کا متقاضی ہے جو اس کے ممبران میں نہیں خاص طور پر دفاعی خریداری، سائنسی تحقیق، دفاعی پیداوار اور انٹیلی جنس۔

v۔ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی

جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی پیشہ وارانہ فوجی مشاورت کے لیے اعلیٰ ترین فوجی ادارہ ہے۔ اس کا مستقل چیئرمین ہوتا ہے اور تینوں سروسز چیفس اس کے ممبران ہیں۔

سروسز کی انفرادی حیثیت برقرار رکھنے کے لیے چیئرمین کو سروسز کو ہدایات نہیں دیتا۔ وہ جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کی مشاورت سے مسلح افواج کے کردار، حجم اور ڈھانچے کا باقاعدگی سے جائزہ لیتا ہے تاکہ خطرات سے نمٹا جاسکے۔ اختلاف رائے کی صورت میں چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی متبادل فراہم کرتا ہے اور وزیر دفاع کو اپنی رائے سے آگاہ کرتا ہے۔

مندرجہ ذیل مسائل کے باعث وائیٹ پیپر میں درج مقاصد حاصل نہیں کیے جاسکے:

الف۔ جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کو دیئے گئے اختیارات اور چیئرمین کو تفویض کردہ کردار کے باعث فوجی حکمت عملی کو قومی پالیسی سے ہم آہنگ کرنا ممکن نہیں۔ چیئرمین سب سے سینئر فوجی افسر ہوتا ہے لیکن وہ سلامتی کے امور پر فوج کا واحد یا مرکزی ترجمان نہیں۔ سروسز چیفس کی وزیراعظم تک براہ راست رسائی اس کے کردار کو کم کرتی ہے۔

ب۔ اگرچہ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی جنگ کی نگرانی اور لڑنے (جنگ کے دوران) کے لیے وزیراعظم کا پرنسپل سٹاف آفیسر ہوتا ہے لیکن اس کی امن کے دوران مسلح افواج کی منصوبہ بندی، بجٹ، تربیت یا آپریشنز پر کوئی اختیار نہیں۔ یہ ایک دورخی پالیسی ہے کیونکہ مسلح افواج امن کے دنوں میں جنگ کی تیاری کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ امن اور جنگ کے

دوران کم سے کم کمانڈ اور انتظامی نظام میں تبدیلی ہونی چاہیے۔

ج۔ اگرچہ جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر کی سطح پر فوج کی ترقی کے عمل کو بہتر طور پر ہم آہنگ کرنے کے لیے کچھ پیش رفت ہوئی ہے لیکن مستقبل میں کسی تنازعہ سے نمٹنے کے لیے سٹرٹیجک، آپریشنل اور تیکنیکی سطحوں پر کامیابی کے لیے مطلوبہ ہم آہنگی کے حصول کے لیے، بہت کچھ کرنا پڑے گا۔ یہاں تک کہ وائیٹ پیپر میں جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر کے ماتحت کیے گئے انٹر سروسز ادارے بھی تا حال منتقل نہیں ہوئے۔

د۔ ایٹمی ہتھیاروں کے آپریشنل ہونے کے بعد مشترکہ حکمت عملی وضع کرنا اور روایتی اور ایٹمی حکمت عملی کو ہم آہنگ کرنا بھی ایک اہم معاملہ بن چکا ہے یہ صرف جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر میں ہی ممکن ہے۔ اس سلسلے میں مزید سست روی کا متحمل نہیں ہو سکتے۔

ر۔ تیکنیکی طور پر، چیئرمین کسی بھی فورس سے ہو سکتا ہے لیکن آرمی کے دوسری دونوں فورسز کے سائز سے زیادہ ہونے کے باعث، اس معاملے پر متضاد رائے موجود ہے۔ اس لیے صرف دو مواقع کے علاوہ چیئرمین ہمیشہ آرمی سے ہی لیا گیا۔

vi۔ نیشنل کمانڈ اتھارٹی

1998 کے ایٹمی تجربات کے بعد، ہمارے سٹریٹجک پروگراموں کے لیے موثر کمانڈ اینڈ کنٹرول سسٹم وضع کرنے سے متعلق سٹڈیز کی گئیں۔ اس کے نتیجے میں حکومت نے فروری 2000 میں قومی کمانڈ اتھارٹی کا قیام عمل میں لایا جس کا سیکریٹریٹ سٹریٹجک پلانز ڈویژن جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر میں واقع ہے۔ اس کے دو جزو ہیں (ایس پی ڈی دونوں کے سیکریٹریٹ کے طور پر کام کرتا ہے)۔

الف۔ ایمپلائمنٹ کنٹرول کمیٹی

یہ نیشنل کمانڈ اتھارٹی کا بنیادی ادارہ ہے جس میں سول اور فوجی دونوں طرح کے ماہرین شامل ہیں۔ یہ فورم پالیسی سمت متعین کرتا ہے اور تمام سٹرٹیجک اداروں پر اختیار رکھتا ہے اس کے پاس ایٹمی ہتھیاروں کی تعیناتی کا اختیار بھی ہے۔ اس کی صدارت وزیر اعظم کرتے ہیں جبکہ وزیر خارجہ نائب چیئرمین ہیں۔ اس کے ممبران میں دفاع، داخلہ اور خزانہ کے وزراء کے ساتھ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف اور تینوں سروسز چیفس شامل ہیں۔ ڈی جی ایس پی ڈی اس کے سیکریٹری کے فرائض انجام دیتے ہیں۔ ضرورت کے مطابق دیگر وزراء، سیکریٹریز اور انٹیلی جنس اداروں کے سربراہان کو مدعو کی جاسکتا ہے۔

ب۔ ڈیویلپمنٹ کنٹرول کمیٹی

یہ ذیلی کمیٹی ہے جس میں فوجی حکام اور سائنسدان شامل ہوتے ہیں اور اس کا مقصد ایمپلائمنٹ کنٹرول کمیٹی کی جانب سے مقرر کردہ اہداف پر عمل کرنا اور سٹرٹیجک پروگراموں کے تیکنیکی اور مالی معاملات کی نگرانی کرنا ہے۔ اس کمیٹی کی صدارت بھی وزیر اعظم کرتے ہیں اور اس میں چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی (نائب چیئرمین)، سروسز چیفس، سائنسی و سٹرٹیجک اداروں کے سربراہان اور ڈی جی ایس پی ڈی (سیکریٹری) شامل ہیں۔

تجزیہ

1۔ دوسرے جمہوری ایٹمی ممالک کے برعکس، ہمارے ہاں ایٹمی و سٹرٹیجک پروگراموں کے لیے الگ چین آف کمانڈ موجود ہے۔ اگرچہ یہ نظام موثر انداز میں چل رہا ہے لیکن اعلیٰ دفاعی نظام پر نظر ثانی کے دوران نیشنل کمانڈ اتھارٹی کے نظام کا بھی جائزہ لیا جاسکتا ہے۔

2۔ وزیر اعظم، چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی اور سروسز چیفس کی ڈیویلپمنٹ کنٹرول کمیٹی میں موجودگی میں وزیر دفاع کی عدم موجودگی کافی نامناسب معلوم ہوتی ہے۔

سفارشات

سیاسی، سلامتی اور معاشی شعبوں میں درپیش مسلسل چیلنجز کے باوجود، پاکستان میں گزشتہ چند سال میں جمہوریت مستحکم ہوئی ہے۔ جہاں ہمیں حقیقی جمہوری اصولوں اور قانون کی حکمرانی کے لیے کوششیں جاری رکھنی چاہیں وہیں ہم 1976 کے اعلیٰ دفاعی نظام پر وائیٹ پیپر پر نظرثانی کر کے گزشتہ 37 سال کے تجربات کی روشنی میں اسے موجودہ تقاضوں سے ہم آہنگ کرسکتے ہیں۔ اس کے لیے قانون سازی اور انتظامی اقدامات کی ضرورت ہوگی تا کہ موجودہ اعلیٰ دفاعی نظام میں کمزوریوں کو دور کر کے اصلاحات کی جاسکیں۔

سول ملٹری تعلقات کے لیے انتہائی اہم اقدام ہوگا اس لیے اس کو ہوشمندی اور سوجھ بوجھ سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اعلیٰ دفاعی نظام میں بہتری کے لیے کابینہ کمیٹی برائے دفاع میں مندرجہ ذیل اصلاحات تجویز کی گئی ہیں۔

1۔ آئین میں درج مسلح افواج پر پارلیمانی بالا دستی اور سویلین کنٹرول کے لیے دفاع وقومی سلامتی کے امور میں اہداف اور مقاصد وزیر اعظم کو کابینہ کی مشاورت سے طے کرنے چاہیں۔ اگر چہ دفاع و قومی سلامتی کے امور کابینہ کمیٹی برائے دفاع میں زیر بحث لائے جاتے رہیں اور یہ اہم فیصلہ ساز ادارہ رہے لیکن وزیر اعظم کی سربراہی میں مجموعی کابینہ کو پارلیمنٹ اور قوم کے سامنے جوابدہ ہونا چاہیے۔

2۔ قومی سلامتی کے امور پر زیادہ جامع سوچ اپنانے کے لیے اور قومی سلامتی کونسل کی تشکیل کے مطالبے کے مدنظر رکھتے ہوئے کابینہ کمیٹی برائے دفاع کو کابینہ کمیٹی برائے دفاع وقومی سلامتی میں تبدیل کرنا چاہیے۔

i۔ امریکا کی قومی سلامتی کونسل کی طرح کمیٹی میں کابینہ اراکین کے علاوہ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کو بطور فوجی نمائندے اور مشیر قومی سلامتی (وفاقی وزیر کا درجہ) کو مدعو کیا جانا چاہیے۔

ii۔ کمیٹی کو مستقل سیکریٹریٹ اور ماہرین پر مشتمل تھنک ٹینک کی معاونت حاصل ہو جس کی سربراہی مشیر قومی سلامتی کرے۔

iii۔ مشیر قومی سلامتی کو انٹیلی جنس اداروں کا بھی رابطہ کار ہونا چاہیے یہ انٹیلی جنس اداروں کی کارکردگی کو مربوط کرنے کے لیے لازمی ہے۔ اس کے متبادل ایک جوائنٹ انٹیلی جنس کمیٹی تشکیل دی جاسکتی ہے۔ کمیٹی کا چیئرمین مشیر قومی سلامتی یا نائب مشیر قومی سلامتی ہوسکتا ہے۔

iv۔ کابینہ کمیٹی برائے دفاع (یا کابینہ کمیٹی برائے دفاع وقومی سلامتی) کی تشکیل نو کرتے وقت اسے نیشنل کمانڈ اتھارٹی سے بھی مربوط کیا جائے جہاں ایمپلائمنٹ کنٹرول کمیٹی کے یہی ممبران ہیں (سوائے سروسز چیفس اور ڈی جی ایس پی ڈی کے)۔

3۔ وزارت دفاع کے کردار کو مضبوط بنانے کی ضرورت ہے۔

i۔ ہر صورت بااختیار کل وقتی وزیر دفاع ہونا چاہیے جس کا مسلح افواج پر پورا کنٹرول ہو۔ وزیر دفاع کو نیشنل کمانڈ اتھارٹی کی ڈیویلپمنٹ کنٹرول کمیٹی میں بھی بطور نائب چیئرمین شامل کیا جانا چاہیے۔

ii۔ وزارت دفاعی پیداوار کو پہلے کی طرح وزارت دفاع کے تحت الگ ڈویژن کا درجہ دیا جائے جس کا سربراہ ایک وزیر مملکت ہو۔

iii۔ وزارت کو بنیادی طور پر سول افسران کے ذریعے چلایا جانا چاہیے سوائے ان امور کے جہاں یونیفارم میں ملبوس فوجی افسر کی تعیناتی ضروری ہو۔ دفاعی امور پر سول بیوروکریسی کے استعداد کار میں اضافے کی ضرورت ہے۔

iv۔ وزارت دفاع کی کارکردگی کو بہتر بنانے اور اسے مضبوط بنانے کے لیے ضروری ہے کہ سیاسی قیادت کی جانب سے واضح پالیسی فراہم کی جائے۔ انتظامی کنٹرول سول بیوروکریسی کے پاس جبکہ آپریشنل کنٹرول مسلح افواج کے پاس ہونا چاہیے۔

v۔ وزارت دفاع کا مناسب میڈیا یا پبلک ریلیشن آفیسر تعینات کیا جانا چاہیے جس کو سروسز کے پبلک ریلیشن افسران کے ساتھ مربوط کیا جائے۔

4۔ دفاعی کونسل کو فعال اور موثر بنایا جائے۔

i۔ باقاعدہ اجلاس منعقد ہوں اور اس میں تجربہ کار سٹاف بھرتی کیا جائے جن کے پاس فوج کے پالیسی سازی اور انتظامات کا تجربہ ہو۔

ii۔ تیکنیکی ماہرین پر مشتمل ذیلی کمیٹیاں قائم کی جائیں جو کہ تحقیق، ترقی، پیداوار اور ہتھیاروں کی خریداری پر مشاورت فراہم کر سکے۔ ان میں سے کچھ کمیٹیاں دفاعی پیداوار ڈویژن یا جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر کے تحت کام کر رہی ہیں جن کی تشکیل نو کی جا سکتی ہے۔

iii۔ موثر بین الوزارتی تعاون کو یقینی بنایا جائے خاص طور پر وزارت خارجہ کے ساتھ اور افسران کا تبادلہ کیا جانا چاہیے۔

5۔ جنگ کی صورتحال سے نمٹنے کے لیے مشترکہ آپریشنز کی سوچ جڑ پکڑ رہی ہے اور پہلے والے سروسز ہیڈکوارٹرز کی جگہ لے رہی ہے جس کو کم موثر گردانا جا رہا ہے۔ ہمیں بالآخر مکمل طور پر مربوط چیف آف ڈیفنس سٹاف کا ماڈل اپنانا ہوگا جس کو بہت سے ممالک سب سے مناسب آپشن سمجھ کر اپنا چکے ہیں۔ ہمارا موجودہ جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی اور جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر نظام کو اسی مناسبت سے تبدیل کرنا ہوگا۔ تاہم ہمیں اس تبدیلی کو مختلف مراحل میں کرنا ہوگا تاکہ رکاوٹوں کو کم کیا جائے اور آپریشنل تیاریاں متاثر نہ ہوں۔

6۔ چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کمیٹی کو تبدیل کر کے چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف اور جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر کو جوائنٹ سروسز ہیڈکوارٹر میں تبدیل کیا جا سکتا ہے جس کو امن اور جنگ دونوں صورتوں میں سروسز کے اہم معاملات پر اختیار حاصل ہوگا جن میں مشترکہ منصوبہ بندی اور آپریشنز کا انعقاد میں تعاون، بجٹ، افواج کی ترقی (ہتھیاروں کی شمولیت، دفاعی پیداوار اور خریداری)، مواصلات، لاجسٹک، انٹیلی جنس تعاون، معلومات اور جنگ کے لیے تیاری شامل ہیں۔ اس کے لیے جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر کی تشکیل نو کی ضرورت ہوگی اور ان امور کے لیے انٹر سروسز اداروں کی منتقلی ہوگی جیسا کہ وائٹ پیپر میں درج ہے۔

7۔ سروسز کے درمیان چیئرمین کے معاملے پر عدم اتفاق پر قابو پانے کے لیے یہ تجویز کیا جاتا ہے کہ ایک فور سٹار نائب چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کا عہدہ تشکیل دیا جا سکتا ہے جیسا کہ کئی ممالک میں ہے اس طرح چیئرمین آرمی سے ہی لیا جا سکتا ہے (اس کے حجم اور زمینی حقائق کی بنا پر)، نائب چیئرمین باری باری ائرفورس اور نیوی سے ہو سکتا ہے۔

8۔ مسلح افواج کی منصوبہ بندی اور انتظامات کو مربوط بنانے اور سول ملٹری تعلقات میں بہتری کے لیے چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف کو مندرجہ ذیل اختیارات دیئے جا سکتے ہیں۔

i۔ سیاسی اور فوجی قیادت کے درمیان واحد رابطہ ہونا چاہیے۔ سروسز چیفس کی براہ راست رسائی صرف ناگزیر حالات میں ہی ہونی چاہیے اگر ان کا کسی معاملے میں چیئرمین سے اختلاف ہو۔

ii۔ چین آف کمانڈ وزیراعظم سے وزیر دفاع کے ذریعے چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف اور پھر سروسز چیفس تک ہونی چاہیے جنگ کی صورت میں چیئرمین جوائنٹ چیفس آف سٹاف وزیراعظم پرنسپل فوجی مشیر ہونا چاہیے۔

iii۔ تین سٹار اور اس سے اوپر کی تمام ترقیاں چیئرمین کے کنٹرول میں ہونی چاہیں جو وزیراعظم یا وزیر دفاع کو منظوری کے لیے بھجوائے۔

9۔ سروسز چیفس جوائنٹ چیفس آف سٹاف کے بدستور ممبران رہیں اور اپنی سروسز کی تربیت اور انتظامات کے ذمہ دار ہوں۔ سروسز ہیڈکوارٹر جوائنٹ سٹاف ہیڈکوارٹر کی رہنمائی میں اپنی موجودہ کمانڈ کے ذریعے آپریشنز کی منصوبہ بندی اور انعقاد کرے۔

10۔ پارلیمانی کمیٹی کے استعداد کار میں اضافہ ضروری ہے تاکہ وزارت دفاع اور مسلح افواج کی موثر نگرانی ممکن ہو سکے۔ اس سلسلے میں ترجیح دفاعی بجٹ اور دفاعی خریداری کی بہتر نگرانی کی ہونی چاہیے۔ اس کے لیے پارلیمنٹ کی دفاع، خزانہ اور پبلک اکاؤنٹس کمیٹیوں کے درمیان قریبی تعاون کی ضرورت ہے تاکہ سلامتی کے اوپر خدشات پر قابو پایا جا سکے اور عوامی نمائندوں کے سامنے احتساب اور شفافیت کے اصولوں کو برقرار رکھا جا سکے۔

اختتامیہ

گزشتہ کئی سالوں کے دوران جمہوری عمل میں استحکام کے لیے کئی اہم پیش رفت دیکھنے میں آئی ہیں۔ اسمبلیوں کی مدت میں تکمیل اور انتخابات 2013 کے بعد اقتدار کی خوش اسلوبی سے منتقلی اہم سنگ میل ہیں۔

تاہم داخلی سلامتی، معیشت کی بحالی اور اچھی طرز حکمرانی کے چیلنج درپیش ہیں جو سیاسی قیادت کے اعتبار، جمہوری اداروں کی ساکھ اور مستحکم جمہوریت کی جانب پیش رفت کے لیے امتحان ہوں گے۔

اعلیٰ دفاعی نظام میں اصلاحات تاکہ سلامتی کی پالیسیوں کی تیاری اور انتظام پر سیاسی بالادستی حاصل ہو سکے، جمہوری روایات کے مطابق سول ملٹری تعلقات میں توازن لانے کے لیے اہم اقدام ہوگا۔

تاہم ہمیں اپنے ماضی کے تجربات اور موجودہ چیلنجوں خاص طور پر سلامتی کو درپیش چیلنجوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ان اصلاحات پر عملدر آمد کی رفتار اور وقت کا حقائق پر مبنی تجزیہ کرنا ہوگا۔

جمہوری اصولوں اور مسلح افواج کی آپریشنل خودمختاری کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک جامع، نپی تلی حکمت عملی بہترین قومی مفاد میں ہوگی۔

پلڈاٹ

پاکستان انسٹیٹیوٹ آف
لیجسلیٹو ڈویلپمنٹ
اینڈ ٹرانسپیرنسی

اسلام آباد آفس: نمبر 7، 9th ایونیو، F-8/1 اسلام آباد، پاکستان
لاہور آفس: 45-اے سیکٹر 20 سیکنڈ فلور فیز III کمرشل ایریا، ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی، لاہور
ٹیلیفون: 345-123-111 (51-92+) فیکس: 3078-226 (51-92+)
E-mail: info@pildt.org; Web: www.pildat.org